GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

Post-9/11 Muslim Issues In The West and Urdu Novels (Taoos Faqat Rang, Main Dashat Gard Hon, Aik Love Story Aik Aitmi Qayaamat)

مابعد نائن الیون مغرب میں مسلمانوں کے مسائل کا ذکر اور اردو ناول بحوالہ طاؤس فقط رنگ، میں دہشت گرد ہوں، ایک لو سٹوری ایک ایٹمی قیامت

Syed Mohsin Ali Bukhari
PhD Scholar NUML Islamabad, Lecturer Department of Urdu University of Kotli at-
mohsinbukharimzd@gmail.com
Dr.Rukhshanda Murad
Assistant Professor Dept of Urdu Language & Literature NUML Islamabad at-
rmurad@numl.edu.Pk

Abstract

This research article examines the multifaceted challenges faced by Muslims living in the West after the 9/11 tragedy, as portrayed in Urdu literature. Through an in-depth analysis of three selected Urdu novels—Tauos Fqat Rang by Neelam Ahmed Basheer, Main Dehshat Gard Hoon by Mohsina Jilani, and Ek Love Story Ek Atomi Qayamat by M. Akhtar—the study highlights the cultural, social, and psychological issues endured by Muslims in the post-9/11 era. The article begins with an exploration of the global and individual impacts of the 9/11 attacks, establishing the socio-political context of the time. It then focuses on the representation of these effects in Urdu novels, demonstrating how the tragedy's ripples reached and shaped literary narratives. By analyzing these novels, the study uncovers themes of alienation, prejudice, identity crises, and the struggles of Muslim communities to navigate life in a climate of heightened scrutiny and Islamophobia. In addition to the textual analysis, the research incorporates the perspectives of literary critics to deepen the understanding of how Urdu writers have artistically captured these post-9/11 realities. The article concludes by emphasizing the significance of these novels in giving voice to the silenced experiences of Muslims in the West, positioning Urdu literature as a critical medium for exploring the human dimensions of a global crisis.

Keywords: 9/11 Tragedy, Multifaceted, Challenges, Socio-Political, Psychological, Representation, Dimensions, Global Crisis.

تعارف

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

انسان، ادب اور سماج ایک دوسرے کے سہارے ارتقائے حیات طے کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اس تکون کا بنیادی اور لازمی حصہ ہے، انسان ہے تو ادب ہے، انسان ہے تو مذہب ہے اور دیگر سماجی اقدار کی موجودگی ممکن ہے۔ انسان کو روزاول ہی سے چہار سمت، مختلف خیر و شر کے عوامل کے ساتھ نبرد آزما رہنا پڑا ہے۔ ان عوامل میں کچھ تو خاص قدرتی ہیں جن کے سامنے انسان بے بس ہے کیوں کہ وہ انھیں وقوع پذیر ہونے سے نہیں روک سکتا۔ مگر کچھ عوامل خود انسان کی تہذیب اور معاشرت کے اختلاط یا اختلاف سے وجود میں آتے رہے ہیں۔ ان عوامل کو انسانوں کی تہذیبوں کے ٹکراؤ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کو بہت سے مسائل خود اپنی وجہ سے سہنے پڑے ہیں۔ ان مسائل کا جنم اس وقت ہوتا ہے جب طاقتور کمزور کو دبانے اور ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مذہب کے نام پر خون خرابے اور اپنے اپنے ملکوں کی سرحدوں میں توسیع کی کوششوں کے نتیجے میں بھی ان مسائل کا جنم ہوتا رہا ہے۔

دورِ جدید میں انسان جہاں متمدن حیات کی معراج پر ہے وہیں زندگی کو اس قدر آسان بنا چکا ہے کہ کوئی بھی مشکل سے مشکل کام چند منٹوں یا لمحوں میں مکمل کر لیا جا سکتا ہے۔ آج ساری دنیا میں اقوامِ عالم اگرچہ اپنے اپنے متعین شدہ ملکوں میں رہائش پذیر ہیں مگر عالمی ربط نے تمام انسانوں کو اپنی بنیادی شناخت برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ عالم گیریت کے منطقے میں بھی لا کھڑا کیا ہے۔ یہ عالم گیریت اتنی مستحکم ہو چکی ہے کہ کوئی قوم یا ملک اس سے فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ اقوام کی قربت جہاں ایک عالمی انسانی معاشرے کو جنم دیتی ہے وہی ان اقوام میں رقابت اور دشمنی جیسے مضر عناصر بھی پوری طرح عمل پذیر رہتے ہیں۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام عالم ایک طرف تو سمٹ کر یک جان ہو رہے ہیں تو دوسری طرف اپنے اپنے مفادات کے حصول کے لیے ان کے درمیان ایک مستقل تناؤ کی لہر بھی زیرِ کار چلی آرہی ہے۔

پچھلی صدی میں اقوام کی یہ رقابت اور رفاقت بہت سی خونین جنگوں کو دیکھ چکی ہے۔ طاقت کے توازن کا بگاڑ ابھی تک دنیا کی بے پناہ ترقی کے باوجود دنیا کو خطرات سے دوچار کیے ہوئے ہے۔ اس بگاڑ کے پسِ پردہ دراصل ہمیشہ یا تو مذہبی منافرت عمل انگیز رہی ہے یا اقوام کی مالی یا معاشی وسائل پر قبضے کی خواہشات لی نے اسے ہمیشہ ہوا دے رکھی ہے۔ اکیسویں صدی کا منظر نامہ اپنے آپ میں ایک پیچیدہ ترین منظر نامہ ہے جہاں تہذیبی رفاقت اور رقابت کا ایک عجیب رقص جاری ہے۔ کوئی دوست نہیں، کوئی دشمن نہیں کی کش مکش دنیا کو جہاں جدیدیت کی طرف لے جا رہی ہے وہی سخت جنگی جنون کے مظاہر کو بھی فروغ دے رہی ہے۔ اس صدی کے آغاز ہی میں امریکہ کی سرزمین پر نائن الیون جیسا ایک بڑا حادثہ رونما ہوا جس نے مزاجِ دنیا کو ایک اور نئے منطقے سے روشناس کرایا۔ امریکہ کے شہر نیویارک میں بلند و بالا دو عمارتوں کو جہازوں کے ٹکراؤ کے ساتھ زمین بوس کر دیا گیا، یہ حادثہ جہاں امریکی شہریوں کے لیے ایک ناگہانی صورت میں ظاہر ہوا وہی اس کی آگ نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس بات کا تعین کیے بغیر کہ اس الم ناک سانحے کے ذمہ دار کون ہیں؟ امریکہ نے اس کا سارا الزام مسلمانوں کی ایک تنظیم القاعدہ پر رکھ دیا۔ دیگر الفاظ میں یہ سارا الزام ساری دنیا کے مسلمانوں پر عائد کیا گیا۔ امریکہ نے اسے ایک صلیبی جنگ کا روپ دے کر فلفور افغانستان پر حملہ کر دیا جہاں القاعدہ کا سپریم لیڈر اسامہ بن لادن موجود تھا۔ یہ ایک ایسی جنگ تھی جس کی آگ کی لپیٹ میں تقریباً ساری دنیا آئی۔ کسی نہ کسی پہلو سے ساری دنیا کی اقوام کو اس سانحے کے مضر اثرات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس خونی جنگ کا براہ راست حصہ بننے والے علاقوں میں افغانستان، پاکستان اور عراق وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان کو مجبوراً اس جنگ میں امریکہ کے اتحادی کے طور پر جانا پڑا مگر اس کے رد عمل کے طور پر پاکستان میں وہ خانہ جنگی شروع ہوئی کہ تقریباً 80 ہزار لوگوں کو دہشت گردی کی لہر نے نگل لیا۔ پاکستان اور افغانستان میں تو براہ راست مسلط شدہ جنگ میں خون کی ہولی کھیلی گئی مگر وہ پاکستانی مسلمان جو مغرب میں رہائش پذیر تھے، انھیں بھی بے حد اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سائرہ ارشاد لکھتی ہیں

"عہد حاضر میں نائن الیون کا واقعہ ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے، اس سانحے سے افغانستان، عراق اور پاکستان پوری طرح متاثر ہوئے۔ ان ممالک کے وہ لوگ جو رزق کی تلاش میں دوسرے ممالک کا رخ کر چکے تھے انھوں نے بھی نائن الیون کے واقعے کو نہ صرف شدت سے محسوس کیا بل کہ ان کی زندگیوں پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے کیونکہ

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

وہ مسلمان جو حلیے سے طالبان محسوس ہوتے تھے انھیں تخریب کار سمجھ کر مظالم ڈھائے گے نیز ایسے لوگوں کو جو داڑھی رکھتے تھے اور سر پر ٹوپی پہنتے تھے انھ بھی یں شدت پسند، ناقابل برداشت اور مذہبی جنونی قرار دیا گیا۔"[1]

یہ بحث یہاں نہیں کی جاسکتی کہ سانحہ کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ اور امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور عسکری لحاظ سے محفوظ ترین ملک میں یہ دہشت گردانہ واردات کیسے ممکن ہو سکی؟ البتہ امریکہ کے رد عمل نے اس بات کو بہت واضح کر دیا ہے کہ یہ ایک خاص سوچی سمجھی سازش تھی جو مسلمانوں کو ہر لحاظ سے کمزور کرنے اور نیو ورلڈ آرڈر کو مستحکم کرنے کے لیے رچائی گئی۔ اعداد و شمار کے لحاظ سے یہ حادثہ امریکہ کو نقصان پہنچانے کی نسبت فائدہ دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ امریکہ کا ارادہ اور پروگرام پہلے سے ہی دنیا میں طاقت کے ارتکاز کو چند ملکوں تک محدود رکھنے کا تھا اور امریکہ خود اس طاقت کا سرچشمہ بننا چاہتا تھا۔ سید قائم محمود ایک امریکی مصنف سائل پی ھنٹنگن کی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں جس میں وہ ایک امریکی عہدے دار ہنری کیسنجر کا یہ قول نقل کرتا ہے۔

"اکیسویں صدی میں بین الاقوامی نظام جن طاقتوں پر استوار ہوگا وہ امریکہ، یورپ، چین، روس اور ممکن ہے انڈیا"[2]

اس بیان کے مطابق اکیسویں صدی میں مسلمانوں کے لیے کوئی مقام اور جگہ نظر نہیں آتی لہذا امکان یہی ہے کہ طاقت کے حصول کے لیے اور مسلمانوں کو مزید کمزور کرنے کے لیے امریکہ نے خود یہ سانحہ ترتیب دیا ہو۔ درحقیقت اس وقت طاقت کے میدان میں امریکہ ہی نظر آتا ہے اور اسی کا حکم نامہ سرِ عام یا پسِ پردہ چل رہا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ نائن الیون نے ساری دنیا میں اپنا ایسا جادوئی اثر دکھایا ہے کہ ساری دنیا اس کے اثرات سے خالی نہیں۔ مسلمان خصوصی طور پر اس سانحے کی زد میں آئے اور پوری طرح عتاب کا نشانہ بنے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ کر عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک باقاعدہ مہم کا اغاز کر دیا گیا۔ اس مہم میں طاقت کے استعمال کے ساتھ ساتھ میڈیا کے تمام یونٹس کو بھی اس طرح استعمال کیا گیا کہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وہ زہر اگلا کہ ساری دنیا یہ یقین کر بیٹھی کہ جہاں کہیں قتل و غارت گری یا دہشت گردی ہے اس کا لازمی تعلق مسلمانوں سے ہے۔

سہیل احمد اپنی مرتبہ کتاب " پاکستانی زبان وادب پر نائن الیون کے اثرات" میں لکھتے ہیں

"میڈیا کے توسط سے اقوام عالم کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ مسلمان واقعی عالم انسانیت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ مگر انسان کا ضمیر ابھی مرا نہیں ہے آئندہ زمانوں میں لکھی جانے والی تاریخ اس حقیقت کو ضرور بیان کرے گی کہ امریکہ اور اس کے گماشتوں نے اسلامی ممالک کے تیل کی دولت پر قبضہ کرنے اور انہیں ہمیشہ کے لیے دستِ نگر اور کاسہ لیس بنا کر رکھنے کی خاطر اس متعصبانہ جنگ کی ابتدا کی"[3]

اس ساری مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو مسلمان ملکوں افغانستان، عراق اور پاکستان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی تو دوسری طرف مغربی ممالک میں موجود مسلمانوں کو بھی شدید نفرت، تعصب اور شدت پسندی کا سامنا کرنا پڑا۔ مغرب میں مقیم مسلمانوں کو طرح طرح کے مسائل درپیش ہوئے جن کی وجہ سے مسلمان بہت طویل عرصے کو ایک ڈر، خوف اور صدمے میں مبتلا رہے۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال اس حوالے سے لکھتے ہیں ۔

"اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے غلط فہمیاں اور منفی پروپگنڈا کیا جانے لگا، مسلمانوں کے ساتھ دہشت گردی، بنیاد پرستی اور شدت پسندی جیسے تاثرات کو جوڑا جانے لگا اور یہ مخدوش صورت حال مسلم دنیا اور خاص طور پر مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کے لیے بحران کی شکل اختیار کرتی چلی گئی "[4]

اس سانحے کے بازگشت ساری دنیا کے زبان وادب میں بھی مختلف شکلوں کی صورت سنائی دیتی ہے۔ ہر واقعے، حادثے اور سانحے کی طرح اس سانحے کو بھی تقریبا دنیا کے ہر ادب میں ایک موضوع کے طور پر چنا گیا۔ اس سانحے کی ذیل سے جو جو مزید حادثات اور واقعات اور علامات ظاہر ہوئیں ان کو بھی خصوصی طور پر ادب میں جگہ ملی۔ ادب اور ادیب کبھی

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

بھی اپنے حالات سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔اردو ادب نے بھی اس سانحے کے تمام مضمرات کو مختلف اصنافِ ادب میں موضوعاتی سطح پر جگہ دی ہے۔اس حوالے سے سہیل احمد لکھتے ہیں

"گیارہ ستمبر کے اس حادثے نے نہ صرف اسلامی ادب بل کہ ہر ملک کے ادب کو متاثر کیا، پاکستان میں بھی ادیب ایک ایسے دریا کے مانند اٹھے جن کی موجوں میں اگرچہ طوفانوں کی تیزی اور ہلچل تو نہ تھی لیکن اثر ضرور تھا" [5]

پاکستان میں ناول،افسانے اور شاعری میں نائن الیون کے حالات و واقعات کو پیش کیا گیا ہے خصوصی طور پر بہت سے ناول نگاروں نے ان تمام مضمرات کا تذکرہ اپنے ناولوں کے تھیم، کہانی اور مکالموں میں کیا ہے جو نائن الیون کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔سانحہ نائن الیون کے ان گنت مضمرات میں سے اس تحقیقی مقالے میں صرف اس زاویے کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے جس کا تعلق مابعد نائن الیون یورپ یا مغرب میں رہائش پذیر مسلمانوں کے مسائل اور مصائب سے ہے ۔

نائن الیون کے وقوعہ کے بعد پے در پے عالمی حالات میں وہ سنگینی رونما ہوئی کہ جس نے تقریباً ساری دنیا کو اپنے لپیٹ میں لے لیا۔زندگی کے تمام گوشوں پر اس کے اثرات مرتب ہوئے۔سیاست، معیشت اور تجارت سے لے کر ادب تک اس کے ایسے اثرات مرتب ہوئے جو نہایت واضح محسوس کیے جا سکتے ہیں۔اردو ادب نے بھی ان تمام واقعات اور حالات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔پاکستانی ادب میں خصوصاً ناول کی سطح پر بھی نائن الیون کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔جنگوں کا تلاطم ہو یا دہشت گردی کی آگ، عالمی طاقتوں کی سرد جنگ ہو یا مسلمانوں کے خلاف ایک عالمی منفی سوچ کا اظہار، یہ سب موضوعات ناول کا حصہ بنے ہیں۔ڈاکٹر اشرف کمال اس حوالے سے لکھتے ہیں ۔

"پوری دنیا میں اس حوالے سے نئے نئے مباحث سامنے آنے لگے، اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے غلط فہمیاں اور منفی پروپیگنڈا کیا جانے لگا، مسلمانوں کے ساتھ دہشت گردی، بنیاد پرستی اور شدت پسندی جیسے تاثرات کو جوڑا جانے لگا، یہ مخصوص مخدوش صورت حال مسلم دنیا اور خاص طور پر مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کے لیے ایک بحران کی شکل اختیار کرتی چلی گئی"[6]

بے شک یہ ایک ایسا بحران تھا جس نے مسلمان خاندانوں کو مغرب میں ایسے اندوہ ناک سلوک سے نبرد آزما رکھا جو فی الحقیقت ناقابل بیان ہے۔اس دوران اسلاموفوبیا اس قدر اہل مغرب کے ہاں پروان چڑھا کہ انھوں نے بغیر کسی تصدیق اور ثبوت کے کلی طور پر سب مسلمانوں کو ایک ہی نظر اور فکر سے دیکھنا اور سوچنا شروع کر دیا اور ردعمل کے طور پر مغرب میں مقیم مسلمانوں کی زندگیوں کا دائرہ نہایت تنگ کرنا شروع کر دیا۔بے شمار مسلمان مرد خواتین اور بچے ایسی نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوئے کہ وہ ایک دائمی ٹرومے کا شکار ہو گئے۔مسلمان اپنی تمام تر وفاداری اور حب الوطنی کے باوجود ہر جگہ شک کی نظر سے دیکھے جانے لگے، ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کر دیے گئے، انھیں دہشت گرد کہہ کر پکارا جاتا لگا۔اس کے باوجود کہ یہ مسلمان مغربی ممالک میں بطور شہری رہائش پذیر تھے۔ایک نفرت اور تعصب کی آگ مسلمانوں کو ایک طویل عرصے تک جلاتی رہی اور جس کے اثرات ابھی تک محسوس کیے جا سکتے ہیں۔بہت سارے اردو ناول نگاروں نے اس اذیت کو بذات خود بھی محسوس کیا ان کے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں بھی بہت سے اذیت ناک لمحے گزرے جو نائن الیون کے سانحے کا نتیجہ تھے۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے بے شمار اردو ناول لکھے گئے جن میں ان تمام مسائل کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مغرب میں مسلمانوں کو درپیش رہے ڈاکٹر محمد اشرف اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں ۔

"گیارہ ستمبر 2001 کو امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون پر حملہ ہو جانے کے بعد امریکہ نے افغانستان کو موردِ الزام ٹھہرایا اور نیٹو اور دوسر ممالک کی مدد سے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اسلام اور مسلم ممالک کے خلاف جو سازشیں رہی ہیں، امریکہ جو ساری دنیا پر تسلط قائم کرنا چاہ رہا ہے، ملکی سطح پر مسلمانوں کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جانا یہ سب ایسے مسائل ہیں جن سے ناول نگار بے حد متاثر ہوئے اور اسی پس منظر میں انھوں نے اپنے ناول لکھ کر قارئین کے سامنے پیش کیے"[7]

پاکستان،انڈیااور مغرب میں مقیم ناول نگاروں نے اس واقعے سے جنم لینے والے ان تمام مسائل کا ذکر اپنے ناولوں میں کیا ہے جو مسلمانوں کو پیش آئے نیلم احمد بشیر کا ناول" طاؤس فقط رنگ "میں انھوں نے امریکہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کو بعد از نائن الیون در پیش مسائل کو موضوع بنایا ہے آپ کے اس ناول میں ایک ایسی پاکستانی فیملی کا ذکر ہے جو تلاش معاش میں بہت پہلے سے امریکہ میں آباد تھی۔ سجیلہ اور اس کے شوہر میں علاحدگی کے بعد سجیلا اپنے امریکی بورن بچے، مراد کے گھر رہتی ہے۔ مراد ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں ایک بڑی کمپنی میں ملازمت کر رہا ہوتا ہے۔ مگر ورلڈ ٹریڈ سینٹر سانحے کے بعد اس کی ملازمت چلی جاتی ہے۔ سارے امریکہ میں ایک دم ایک انجانے خوف کے بادل منڈلانے لگتے ہیں۔ مسلمانوں کو روز مرہ زندگی میں سخت مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عام لوگ مسلمانوں کو سڑکوں، گلیوں چوراہوں اور یا مارکیٹ میں ایسی مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے یہ سارا کچھ ان سب نے مل کر کیا ہو۔اکثر مسلمانوں کو مسلم ٹیررسٹ جیسے جملے سننے کو ملتے ہیں نیلم احمد بشیر خود امریکہ میں رہتی ہیں اس لیے ان کا مشاہدہ اس حوالے سے بہت وسیع ہے۔اس ناول کے مرکزی کردار مراد کو بعد از نائن الیون نہ صرف اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں بل کہ اسے ایک نئی ملازمت کے حصول میں بھی بہت ساری دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ناول کے باب سات میں ناول نگار نے نائن الیون کے حادثے کے بعد ایک منظر کو یوں پیش کیا ہے ۔

"چلیں مام واک کو چلتے ہیں، دریا کنارے کھڑے ہو کر مین ہیٹن کا نظارہ کریں گے مراد نے افسردہ لہجے میں کہا تو ماں اٹھ کھڑی ہوئی اور دونوں اپنی اپارٹمنٹ بلڈنگ سے نکل کر حسب معمول سٹیٹن آئی لینڈ ٹاؤن کی اونچی نیچی ڈھلوانی گلیوں سے اترتے ہوئے دریا کنارے جا پہنچے اس وقت بورڈ واک پر معمول سے بہت زیادہ لوگ موجود تھے جو دور سے دریا پار نظر آتے شعلوں اور دھوئیں کو دیکھ رہے تھے۔ایک دو امریکن لوگوں نے سجیلا اور مراد کو عجیب عجیب نظروں سے گھورا تو سجیلا کو احساس ہوا کہ اس نے شلوار قمیض پہن رکھی ہے۔اسے شاید امریکن کپڑے پہن کر باہر نکلنا چاہیے تھا۔اسے لگا جیسے وہ اس کا بیٹا دونوں ہی مجرم اور مسلم دہشت گرد ہیں، غیر ہیں،انھوں نے ہی اس عظیم الشان ملک کو اس ناکامی سے ہمکنار کیا ہے" [8]

در حقیقت امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں تمام مسلمانوں کو اسی قسم کے حالات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔نسلی تعصب کا جن پوری طرح ان ممالک میں آزاد گھومتا رہا۔بغیر کسی وجہ سے مسلمانوں کو زدوکوب کیا جانے لگا، مسلم ٹیررسٹ کے اصطلاح ہر جگہ سنائی دی جانے لگی، مسلمان سہمے سہمے اپنے گھروں اور متعلقہ جگہوں تک محدود ہو گئے۔ وہ مسلمان جو پیدائشی طور پر امریکی شہری تھے انہیں بھی اسی قسم کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ۔ نیلم احمد بشیر اپنے ناول میں اس طرح کی صورت حال کو مزید یوں واضح کرتی ہیں۔

"نائن الیون کے بعد امریکہ میں بہت سخت معاشی مراجعت کا دور چل رہا تھا، کمپنیاں آؤٹ اف بزنس ہو رہی تھیں۔ ملازمین کو پنک سلپ دی جا رہی تھی،لوگ بے روزگار ہوتے جا رہے تھے، ہندو، مسلم، سکھ سبھی کو شک کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا۔امریکنز کے دماغوں میں شکوک وشبہات پیدا ہو چکے تھے ایک بے یقینی کی فضا تھی جس کا کوئی انت نظر نہیں آتا تھا" [9]

ناول کا مرکزی کردار مراد اپنے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی ملازمت کے ختم ہو جانے کے بعد سخت معاشی پریشانی کا شکار تھا اسے ایک بوڑھے شوہر اور بیوی کی نگہداشت کی لیے نوکری مل رہی تھی وہ اس نوکری کے لیے جسے کیئر ٹیکر کی نوکری کہا جا سکتا ہے انٹرویو دینے گیا تو وہاں انٹرویو لینے والی خاتون نے اس کو سخت نفرت، تعصب اور حقارت سے دیکھا اور سوالات کیے نیلم احمد بشیر نے اپنے ناول میں اس صورت حال کو یوں پیش کیا ہے۔

"تمہارا کوئی کریمینل ریکارڈ ہے تو میں کمپیوٹر پر چیک کر لوں گی ویسے میں F.O.B فریش اف بوٹ لوگوں پر آسانی سے اعتماد نہیں کرتی۔ سمجھے"!! وہ بدستور غصے اور سخت لہجے میں بولی F.O.B مراد سن کر یوں چونکا جیسے کسی نے اسے گالی دے دی ہو اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی اسے پتہ تھا کہ امریکہ میں F.O.B ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

بذریعہ کشتی کسی غریب ملک سے امریکہ آئے ہوں غریب جاہل اور بے روزگار، امریکی طرز زندگی سے قطعاناواقف اور نابلد ہوں۔ایک پل کو اس کا جی چاہا کہ وہ یہ نوکری بڑھا بڑھی کے منہ پر مارے اور چلا جائے مگر پھر اس نے اپنے حواس پر قابو پالیا"[10]

مراد اور اس کی طرح کے بے شمار مسلمانوں کو بلاوجہ جیلوں میں بھی بغیر کسی ثبوت کے ڈالا گیا ان پر مسلمان ہونے کا جو لیبل تھا وہ انہیں ہر شعبہ زندگی میں سخت مشکلات پیش کر رہا تھا۔ ناول میں ان تمام رویوں کو تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بعد از نائن الیون مسلمانوں کو سہنے پڑے مثلاناول میں لکھا یہ جملہ

"دیکھو مسلم ٹیررسٹ کی ماں آئی ہوئی ہے، تم اپنے ملک واپس کیوں نہیں چلے جاتے hey you we hate you"[11]

نیلم احمد بشیر نے بہت جزوی طریقے سے اپنے ان مشاہدات اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے ان واقعات حادثات اور رویوں کو اس ناول میں تفصیل سے پیش کیا ہے جو امریکہ میں مقیم مسلمانوں کو پیش آتے رہے ۔

"میں دہشت گرد ہوں "محسنہ جیلانی کا ناول برطانیہ میں مقیم مسلمانوں اور ان کی برطانوی شہری اولادوں کی نفسیاتی الجھنوں کا عکس نامہ ہے۔ ناول نگار خود برطانیہ میں رہائش پذیر ہیں لہذا انھوں نے بہت باریکی سے ان تمام سیاسی، معاشی، معاشرتی اور پیش آنے والے نفسیاتی مسائل کا ذکر کیا ہے جن کا سامنا بعد از نائن الیون مسلمانوں کو کرنا پڑا ناولٹ کے دیباچے میں قیصر تمکین ناول کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"تین نسلوں کی ٹوٹ پھوٹ، متعدد اور محترم اقدار انسانیت کے انہدام اور ایک تازہ جنونِ تعمیر کی داستان قلم بند کرتے ہوئے محسنہ جیلانی نے ایک بہت ہی عام مسلے کا ایسا فکر انگیز جرت آزما اور عصری دورِ اضطراب کی پیچیدیوں سے معمور رنگ عطا کیا ہے کہ ناولٹ نئی صدی کے نئے مسائل کا اشاریہ بن جاتا ہے"[12]

ناول میں پاکستانی نژاد برطانوی شہری لڑکی زرینہ کو درپیش مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ یقیناً اس طرح کے مسائل عام زندگی میں تمام مسلمان بچوں اور بچیوں کو بعد از سانحہ برداشت کرنے پڑے ہوں گے۔ زرینہ کو گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی اس قدر نسلی اور مذہبی تعصب کا سامنا کرناپڑتا ہے کہ وہ حیران ہو جاتی ہے کہ اس انصاف اور مساوات کے علم بردار معاشرے میں بغیر کسی ثبوت کے چند دہشت گردوں کی وجہ سے تمام کے تمام مسلمانوں کو بلاوجہ دہشت گرد قرار دیا جانے لگا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے اور کہاں کی مساوات؟ وہ ذہنی اور روحانی طور پر اس قدر زخمی ہو جاتی ہے کہ نفسیاتی لحاظ سے بیمار پڑ جاتی ہے۔ ٹرین میں، اسٹیشن، پر مارکیٹ میں اسے بس ایک ہی جملہ سننا پڑتا ہے" مسلم ٹیررسٹ" یہاں تک کہ بعض اوقات اسے حجاب اور چادر کی وجہ سے سخت نفرت انگیز جملوں اور نگاہوں کا سامنا بھی کرناپڑتا ہے۔ یہاں ایک اور اہم مسئلہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ کہ برطانیہ میں پیدا ہونے والی مسلمان نسل جو قانونی طور پر برطانوی شہری ہے اسے بھی ہر طرح کے سنگین حالات کا سامنا کرناپڑا۔ وہ اس مخمصے میں پڑ جاتے ہیں کہ وہ آخر کون ہیں؟ وہ پاکستانی ہیں یا برطانوی؟ ان کی شناخت کیا ہے؟ صرف مسلمان ہو جانے سے ان کے وہ تمام حقوق ختم ہو گے جو قانونی طور پر برطانوی شہریوں کو حاصل ہیں۔ ناول نگار نے مسلمانوں کو درپیش مسائل کا ذکر اس ناول میں جگہ جگہ کیا ہے مثلاً ایک جگہ وہ لکھتی ہیں

"مسجدوں پر حملے ہو رہے تھے، مسلمان قبرستانوں میں توڑ پھوڑ ہو رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک منظم طریقے سے مسلمانوں کے خلاف مہم چلائی جا رہی ہے۔ ہر روز ایک نئی خبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سنائی دی جاتی۔ ایک لوکل اردو اخبار میں زرینہ نے ایک چھوٹی سی خبر پڑھی" شمالی لندن کے ایک نرسری سکول میں ایک پانچ سالہ بچے نے لکھا please do not kill me just because I am a Muslim زرینہ کی آنکھیں بھیگ گئیں وہ یہ خبر اپنے سب جاننے والوں نے لوگوں اور گھر کے افراد کو سناتی رہی دل جیسے حلق میں آگیا، ننھے بچے بھی دہشت گردی کا شکار ہیں "[13]

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

سٹاپ اور سرچ آپریشن کے بہانے سے مسلمان بچوں اور بچیوں کو بے حد اذیتوں کا شکار کیا جاتا رہا۔ بچیوں کے نقاب اور حجاب تک اتار دیے جاتے رہے اور تلاشی لی جاتی رہی یہ سب کچھ اس نسل سے ہو رہا تھا جس کا کوئی جذباتی تعلق پاکستان سے نہیں تھا وہ اپنے آپ کو برطانوی شہری ہی تصور کرتے تھے اور اس کو اپنا حقیقی وطن بھی جانتے تھے۔ اس کے باوجود وہ بلا اشتعال انگریز پولیس عوام اور اداروں کی نفرت کا نشانہ بنتے رہے۔ مسلمانوں کو اپنے نام تک بدلنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی جیسے جمیلہ جینی بن گئی سائمہ سارا بن گئی لیلہ للی بن گئی لیاقت لی بن گیا یعنی اپنی شناخت کو چھپانا پڑا جو کہ بہت اذیت ناک ہوتا ہے مگر مسلمانوں کو اس اذیت سے بھی گزرنا پڑا ناول نگار نے اس صورت حال کو اس طرح پیش کیا ہے

"یہ کیسا عذاب ہے؟ حجاب پہننے والی لڑکیاں نسل پرستوں کا نشانہ بن رہی ہیں، اسلامو فوبیا تیزی سے پھیل رہا ہے، نفرتیں بڑھ رہی ہیں، جان پہچان والے بہت سے لوگوں نے اپنے نام بدل لیے ہیں سائمہ سارا ہو گئی جمیلہ اپنے آپ کو جینی کہلانے لگی لیلہ اب للی کے نام سے جانی جاتی ہے، لیاقت لی ہو گیا ہے اور سمیر نے اپنا نام بدل کر سیم رکھ لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کس قدر ڈر رہے ہیں، خوفزدہ ہیں، ساری دنیا جیسے اجنبی ہو گئی ہو گھر سے باہر نکلتے ہوئے دہشت طاری رہتی ہے" [14]

محسنہ جیلانی نے ان تمام مسائل کو جو بعد از نائن الیون مسلمانوں کو پیش آئے باریکی کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ ایم اختر کے ناول "ایک لو سٹوری ایک ایٹمی قیامت" میں ایک تخیلاتی کہانی کے ذریعے پاکستان اور بھارت کی ایٹمی جنگ اور اس کے نتیجے میں تباہی کا منظر پیش کیا گیا ہے ۔ مگر ناول کا کردار اسامہ جو امریکہ میں رہائش پذیر ہے اسے بعد از نائن الیون عملی طور پر سخت تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ ایک صحافی ہوتا ہے مگر اسے اپنے ہی ان کولیگز کی طرف سے سخت رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو نائن الیون سے قبل اس کے بہت قریبی دوست تھے۔ یہ ناول امریکہ کے اس طبقے کے بارے میں معلومات دیتا ہے جو بظاہر پڑھے لکھے ہیں اور دنیا میں ہونے والے واقعات کا درست اور حقیقی تجزیہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں مگر مسلمانوں کے حوالے سے یہ بھی تنگ نظری، تعصب کا شکار ہو کر اسلامو فوبیا کے زیر اثر اپنے چھپے ہوئے تعصب اور نفرت کو ظاہر کر دینے سے باز نہ رہ سکے۔ نائن الیون کے بعد اسلامو فوبیا کی اصطلاح دراصل اسی نفرت انگیز سلوک کی ترجمانی ہے جو تمام مغربی ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ برتا گیا۔ داڑھی والے مرد اور حجاب والی لڑکیوں کو سر عام ستایا جاتا رہا اور ان پر معاشی دائرہ تنگ کیا جاتا رہا۔ ناول میں اسامہ کو اس کی دوست کے کزن سے شدید نفرت انگیز رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا اظہار ناول نگار نے یوں کیا ہے

"تم پاکی ہو پاکستانی؟ ہاں میں نے خود کو مجتمع کیا" تم گھٹیا لوگ ہو۔ تم ہمارے ملکوں میں کیسے آجاتے ہو؟ پھر تم ہمارے گھروں میں بھی گھس جاتے ہو" سانتیا گو اب سرگوشی میں کہہ رہا تھا" مجھے تم سے ملنے کا کوئی شوق نہیں، میں صرف وارننگ دینے کے لیے تم سے ملا ہوں"" مجھے تمہارے خیالات پر افسوس ہے" اسامہ بولا" لعنت ہے اس گلوبلائزیشن پر وہ بدستور سرگوشی کر رہا تھا اسی گلوبلائزیشن کا تحفہ ہے کہ تم جیسے جانوروں کے ریوڑ کے ریوڑ امریکہ اور یورپ کو آجاتے ہیں اور ہماری عورتوں پر بھی آنکھ رکھنا شروع کر دیتے ہیں" [15]

ناول کا یہ ٹکڑا جو ایک امریکی اور ایک پاکستانی نژاد اسامہ کے درمیان ہے، اصل میں یہ اس خالص نفسیاتی سوچ کی عکاسی ہے جو فی الحقیقت پورے امریکہ میں مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں کے خلاف رکھی گی۔ وہ بری اور تعصب والی نظروں سے ان کو دیکھ کر اپنے ملک سے نکل جانے کی خواہش رکھتے تھے۔ اس ناول میں اکثر جگہ امریکی عوام کی اکثریت کے وہ جذبات اور خیالات بتائے گئے ہیں جو بعد از نائن الیون مسلمانوں اور پاکستانیوں کے حوالے سے ظاہر کیے گئے ہیں۔ اردو ناول نگاروں نے اپنے اپنے طور یہ کوشش ضرور کی ہے کہ وہ مابعد نائن الیون اس عالمی منظر نامے کو اپنے ناولوں کا حصہ بنائیں جو سانحے کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ مسلمانوں کو بعد از نائن الیون جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان کو ہم یوں پیش کر سکتے ہیں۔

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

مسلمان اور اسلام دہشت گرد ہیں

ہر داڑھی والا مرد اور حجاب والی لڑکی خطرناک ہیں۔

معاشی لحاظ سے ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کیے گئے۔

بطور شہری شناخت کے مسائل وہ مسلمان جو پیدائش مغربی ممالک میں رکھتے تھے انہیں بھی اپنی شناخت کے حوالے سے مسائل کا سامنا کرناپڑا

ڈاکٹر سائرہ اس حوالے سے لکھتی ہیں

"پاکستان سے باہر بسنے والے تارکینِ وطن دو مسائل کا شکار ہیں۔ان کے لیے مسلم اور بالخصوص پاکستانی شناخت ایک مسئلہ بنتی جارہی ہے،انہیں اپنے مذہب اور قومیت کے احساس کو مغربی معاشرے کی تہذیبی یلغار سے محفوظ رکھنے کی فکر نے گھیر رکھا ہے،دوسری طرف انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ہر داڑھی والے شخص کو دہشت گرد تصور کر لیا جاتا ہے۔حصول رزق کی فکر اور شناخت کا بحران ان لوگوں کو مزید کنفیوز کرتا نظر آتا ہے" [16]

درج بالا تین ناولوں کے اجمالی جائزے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اردو ناول نگاروں نے شعوری طور پر مغرب میں پیش انے والے مسلمانوں کے مسائل کو اپنے ناولوں کے موضوع کا حصہ بنایا ہے یقینا مسلمانوں کو بعد از نائن الیون بے شمار مسائل کا سامنا رہا جن پر موثر انداز میں مزید لکھنے کی ضرورت ہے ۔

نتائج

اردو ناول نگاروں نے مغرب میں مقیم مسلمانوں کے مسائل کو شعوری طور پر اپنے موضوعات کا حصہ بنایا ہے ان تمام نفسیاتی اور سماجی حالات کو پیش کیا ہے جو مغرب کے مسلمانوں کو پیش آئے

سفارشات

اردو ناول نگاروں کو ایسے مزید ناول اور موضوعات ترتیب دینے چاہیے جن میں بعد از نائن الیون یا رواں وقت میں مغربی مسلمانوں کے تمام تر مسائل کو بطور ناول پیش کیا گیا ہو۔ یہ کوشش بھی کرنی چاہیے کہ اہل یورپ کو یہ باور کرایا جاسکے کہ دہشت گرد یا دہشت گردی کا تعلق کسی مذہب، گروہ یا فرقے سے نہیں ہوتا نہ کوئی مذہب دہشت گرد ہوتا ہے نہ اس کے ماننے والے۔چند شر پسند عناصر کی وجہ سے کسی خاص قوم، ملت اور مذہب کو تعصب اور نفرت کا نشانہ بنانا بالکل غلط ہے۔

حوالہ جات

1۔ سائرہ ارشاد،ڈاکٹر، نائن الیون دنیا اور اردو افسانے کے تخلیقی رجحانات، فلیپ فکشن ہاؤس، لاہور، 2023، ص8

2۔ قاسم یعقوب تاریخ، تہذیب اور سماج، سٹی بک پوئنٹ، کراچی، 2015، ص159

3۔ سائرہ ارشاد،ڈاکٹر، نائن الیون دنیا اور اردو افسانے کے تخلیقی رجحانات، ص، 41

4۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، اردو ناول پر نائن الیون کے اثرات، مشمولہ، ادبیات، اسلام آباد، شمارہ22۔۔2122، 2019ص103

5۔ سائرہ ارشاد،ڈاکٹر، نائن الیون دنیا اور اردو افسانے کے تخلیقی رجحانات، ص، 110

6۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، اردو ناول پر نائن الیون کے اثرات، مشمولہ، ادبیات، ص103

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

7۔ ایضاص107

8۔ نیلم احمد بشیر، طاؤس فقط رنگ، سنگِ میل پبلیشرز، لاہور، 2017، ص43

9۔ ایضاص47

10۔ ایضاص52

11۔ ایضاص207

12۔ محسنہ جیلانی، میں دہشت گرد ہوں، شہزاد پبلیشرز، کراچی، 2008، ص8

13۔ ایضاص48

15۔ ایضاص48

16۔ ایم اختر، ایک لوسٹوری ایک ایٹمی قیامت، فکشن ہاؤس، لاہور، 2016، ص196

17۔ سائرہ ارشاد، ڈاکٹر، نائن الیون دنیا اور اردو افسانے کے تخلیقی رجحانات، ص154